صاحب کو امروہہ سے لانے
کی تلاش کے بعد قرول
شیدی پورہ والے
کی خدمت میں اہم
ایک دم تیز ہے
ہیں یہ ۲
ن

کلوروفل اور قرآن

۳۔ قرآن اور علم نباتات[1]

(۲)

جناب مولوی محمد شہاب الدین ندوی فرقانیہ اکیڈمی جک یانا ور بنگلور تارتھ

شیخ سعدی اور کارل لِنّایوس پچھلے باب کے حقایق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے شیخ سعدی رح کا حسب ذیل شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

یعنی ہرے درختوں کا ہر پتہ معرفتِ الٰہی کا ایک دفتر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس حکیمانہ کارخانۂ قدرت کی اس سے بہتر تعریف ممکن نہیں ہو سکتی۔

اس موقع پر میں ایک تاریخی حقیقت کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اہلِ یورپ دنیا والوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ دیگر سائنسی علوم کی طرح بیالوجی کی ترقی موجودہ عہد ہی میں ہوئی ہے۔ چنانچہ کارل لِنّایوس (CARL LINNAEUS ۱۷۰۷-۱۷۷۸ء) کو جدید علم نباتات کا بانی اور باوا آدم قرار دیتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے نباتات

---

[1] اگلے باب میں چوں کہ کلوروفل کے نظریے سے متعلق قرآنی آیت اور اس کی تفسیر سے متعلق بعض تاریخی مباحث آرہے ہیں لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ اس سے پہلے قرآنِ حکیم کا علم نباتات سے متعلق نقطۂ نظر اور اس کے تاریخی انقلاب کا بھی تھوڑا بہت جائزہ لے لیا جائے۔ تاکہ اصل مباحث کو سمجھنے میں آسانی بھی ہو اور علم نباتات سے متعلق مسلمانوں کی تحقیقات کا ایک خاکہ بھی سامنے آجائے۔ لہٰذا یہ باب بطور ایک جملۂ معترضہ پیش کیا جاتا ہے۔ مگر اس باب کا ماسبق و مابعد سے ایک گہرا تعلق بھی ہے۔

کا مطالعہ نہ تو بحیثیت ایک علم کے کیا گیا اور نہ اس موضوع پر کوئی تحقیق و تفتیش ہی کی گئی۔ بلکہ اس بارے میں لوگوں کا علم بالکل سطحی اور معمولی تھا۔ (ف)

مگر شیخ سعدی کے مذکورہ بالا ایک شعر ہی سے اس غلط بیانی کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔ واضح رہے کہ سعدی کی وفات ۶۹۱ھ مطابق ۱۲۹۱ء میں ہوئی ہے۔ گویا کہ کارل لنیایوس سعدی سے تقریباً پانچ سو سال بعد گزرا ہے۔ اس سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان سائنس داں اپنے دور میں علم نباتات پر کافی تحقیقات کر چکے تھے بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ اور اس قسم کے دیگر سائنسی علوم اُس وقت عام طور پر شائع و ذائع بھی تھے۔ ورنہ سعدی جیسے صوفی اور معلم اخلاق کا ۔۔۔۔ جن کا فن سائنس نہیں تھا ۔۔۔۔ پتیوں کے متعلق اتنی گہری حقیقت کا اظہار ممکن نہیں تھا۔

تفسیر کبیر کا ایک اقتباس | بات دراصل یہ ہے کہ جس دور میں مسلمانوں نے سائنسی علوم پر خصوصی توجہ کی اور اس میدان میں شاندار ترقیاں کیں تو ان کے افکار و آراء سے ہمارے علماء و صوفیا بھی باخبر تھے۔ بالفاظ دیگر اپنے دور کے "علوم جدیدہ" سے آگاہی رکھتے تھے۔

اس دور کی تحقیقات کی جھلکیاں اور جستہ جستہ نمونے تفسیر کبیر میں خصوصیت کے ساتھ نظر آتے ہیں اس موقع پر میں صرف ایک اقتباس نقل کرنے پر اکتفا کروں گا۔ اور اس اقتباس سے ظاہر ہوگا کہ چھٹی صدی ہجری یا بارہویں اور تیرہویں صدی مسیحی میں علم نباتات کی ترقی کا کیا حال تھا اور اس موضوع پر کس انداز سے غور و خوض اور تحقیق و تفتیش کی جاتی تھی۔

امام رازیؒ (۵۴۴ھ - ۶۰۶ھ مطابق ۱۲۰۹ء) کا دور شیخ سعدی سے تقریباً ایک صدی قبل اور کارل لنیایوس سے تو پوری ساڑھے پانچ صدیاں قبل قرار پاتا ہے۔ چنانچہ امام موصوف سورۃ انعام کی آیت "اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی" کی تفسیر

لہ ملاحظہ ہو "دنیا کے مشہور سائنسداں" مطبوعہ انڈین اکیڈمی، نئی دہلی

لہ دیگر تمام علوم و فنون میں بھی اہل یورپ کے تعصب اور غلط بیانیوں کا یہی حال ہے۔

میں ضمناً تحریر فرماتے ہیں:

انك اذا أخذت ورقةً واحدةً من أوراق الشجرة وجدت خطاً واحداً مستقيماً في وسطها كأنه بالنسبة الى تلك الورقة كالنخاع بالنسبة الى بدن الانسان. وكما أنه ينفصل من النخاع أعصاب كثيرة يمنةً ويسرةً في بدن الانسان ثم لايزال ينفصل عن كل شعبة شعب أخرى ولاتزال تستدق حتى تخرج عن الحس والأبصار بسبب الصغر. فكذلك في تلك الورقة قد ينفصل عن ذلك الخط الكبير الوسطاني خطوط منفصلة. وعن كل واحد منها خطوط مختلفة أخرى

جب تم کسی درخت کی کوئی پتی لے کر دیکھو تو تمہیں اس کے درمیان ایک سیدھا سا خط (Midrib) دکھائی دے گا۔ درخت کی پتی میں اس خط کی وہی حیثیت ہے جو حیثیت جسم انسانی میں حرام مغز (Spinal Cord)[1] کی ہوتی ہے۔ اور جس طرح جسم انسانی میں حرام مغز سے دائیں بائیں بہت سے اعصاب شاخ در شاخ نکلتے چلے جاتے ہیں حتی کہ وہ اس تقسیم در تقسیم میں چھوٹے ہوتے ہوتے نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ یہی حال پتی کا بھی ہے جس میں ہر ایک خط سے مزید اس سے پہلے سے زیادہ باریک خطوط (Veins) نکلتے چلے جاتے ہیں حتی کہ یہ خطوط بھی بتدریج نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ خالق برحق نے

---

[1] حرام مغز وہ سفید مادہ ہے جو ریڑھ کی ہڈی میں پایا جاتا ہے۔ یہ گردن کے ذریعے دماغ سے ملا ہوا ہوتا ہے۔ اور تمام اعصاب اسی حرام مغز سے نکلتے ہیں، جو بدن کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ گویا کہ نخاع یا حرام مغز کی حیثیت نظام عصبی میں ایک شاہراہ کی سی ہے جس سے بہت سی چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیاں نکلتی ہیں بدن کے مختلف حصوں میں واقع ہونے والے تغیرات و احساسات کو دماغ تک پہنچانے والے اور دماغ کے احکامات کو پھر بدن کے مختلف حصوں تک لوٹانے والے یہی اعصاب ہوتے ہیں۔ مثلاً آپ کو ایک کانٹا چبھ جاتا ہے یا آپ کے ہاتھ کو اچانک کوئی چوٹ لگ جاتی ہے تو فوراً اس کی اطلاع اعصاب کے ذریعہ دماغ تک پہنچ جاتی ہے۔ اور دماغ فوراً اس سے بچنے کے احکامات صادر کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں آپ اپنا پیر اٹھا لیتے ہیں یا مضرت رساں چیز سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ حاصل یہ کہ پورے بدن میں گویا کہ ٹیلیفون کے تاروں کا سا ایک جال بچھا ہوا ہے جس کا ہیڈ کوارٹر دماغ

ـدق من الأولى ولا يزال يقي على
ـلك المقيم حتى تخرج تلك الخطوط
ـن الحس والبصر - والخالق تعالى
ـما فعل ذلك حتى ان القوى الجاذبة
المذكورة في جرم تلك الورقة تقوى
على جذب الأجزاء اللطيفة الأرضية
في تلك المجاري الضيقة"

یہ نظام اس لئے بنایا ہے کہ وہ جاذب قوتیں جو اس پتی کے جسم میں ودیعت شدہ ہیں زمین کے لطیف اجزاء کو جذب کر کے ان تنگ گزرگاہوں میں دوڑا سکیں۔"

امام رازی کے انکشافات | آپ نے پچھلے صفحات میں پتیوں کے دقت انگیز نظام کا مطالعہ تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں کر چکے ہیں۔ مذکورہ بالا تحقیقات کی روشنی میں امام صاحب کی اس عبارت کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ قرون وسطیٰ میں بغیر کسی کھوج یا ریسرچ کے ایسی اور پر مغز باتیں بیان کر جانا آخر ممکن کیسے ہو سکتا ہے؟ خصوصیت کے ساتھ اس میں حسب ذیل تین اہم اور معرکۃ الآراء انکشافات مذکور ہیں:

۱۔ "پتیاں زمین کے لطیف اجزاء کو جذب کرتی ہیں" یہ وہی حقیقت ہے جس کو تحقیقات جدیدہ میں معدنی نمکیات (MINIRAL SALT) کا نام دیا ہے۔ اور یہ نمکیات مثلاً کیلسیم، پوٹاشیم، میگنیشیم، سوڈیم، لوہا، گندھک اور فاسفورس وغیرہ پانی کے ساتھ گھل کر جڑوں کے ذریعہ اوپر پہنچ جاتے اور ایک خاص تناسب سے غذائی مواد میں شامل ہو جاتے ہیں۔ انسانی تندرستی کو قائم رکھنے اور خون کو حالت میں برقرار رکھنے کے لئے یہ نمکیات بنیادی رول ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ غذا کو ہضم کرنے میں بھی بڑی مدد دیتے ہیں۔

میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امام رازیؒ ان تمام معدنی نمکیات اور

ص ۹۰، المطبعة العامرة، مصر ۱۳۲۳ھ

ان کی کارکردگیوں سے بخوبی واقف تھے۔ بلکہ کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ یہ نظریہ ضرور رکھتے تھے کہ بعض زمینی اجزاء جڑوں کے ذریعہ اوپر پہنچ کر پتیوں کی رگوں اور نسوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ اب پتہ نہیں کہ ان زمینی اجزاء کی حقیقت و نوعیت امام صاحب کے دور میں کیا تھی اور اس موضوع پر کتنی تحقیق ہو چکی تھی! اگر اُس دور کے سائنسی تحقیقات کا ذخیرہ محفوظ ہوتا تو غالباً ان حقائق پر مزید روشنی پڑتی۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں کا یہ قیمتی سرمایہ زمانہ کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اور جو سرمایہ تلف ہونے سے کسی نہ کسی طرح بچ گیا وہ اس وقت دُنیا کی مختلف لائبریریوں میں پڑا سڑ رہا ہے۔

۲۔ دوسری اہم حقیقت یہ بیان فرمائی کہ "زمینی اجزاء پتیوں میں پہنچ کر ان کی نسوں اور تنگ گزرگاہوں میں دوڑ جاتے ہیں" حقیقت یہ ہے کہ کلوروفل کی سینچائی کے لیے جو پانی اوپر جاتا ہے اُس میں یہ اجزاء گھلے ہوتے ہیں۔[1]

۳۔ اور تیسرا انکشاف یہ فرمایا کہ پتیوں میں بعض ایسی قوتیں بھی موجود ہیں جو مختلف چیزوں کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پتیوں میں نہایت دقیق قسم کے خوردبینی مسامات یا دہن (Stometa) ہوتے ہیں جن کے ذریعہ پتیاں بیرونی ہوا کی کاربن ڈائی آکسائیڈ جذب کرتی ہیں۔ اور انھی مسامات کے ذریعہ عمل تبخیر کی بدولت پتیوں کا زائد پانی خارج ہو جاتا ہے۔

مگر جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تحریر کیا جا چکا ہے جدید سائنس اب تک اس بات کی لقاب کشائی نہیں کر سکی ہے کہ آیا اس پانی اور زمین کے اجزاء کو چوسنے والی قوت پتیوں میں پائی جاتی ہے یا جڑیں ان اجزاء کو "پمپ کرکے" اوپر چڑھاتی ہیں۔[2]

---

[1] اگر کوئی اُس کا تجربہ کرنا چاہے تو کسی پودے کو جڑ سمیت اُکھیڑ کر اُس کی جڑ کو ایسے پانی میں پانچ گھنٹوں تک ڈالے رکھے جس میں سرخ روشنائی ملی ہوئی ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سرخ روشنائی پتیوں میں ظاہر ہونے لگے گی اور پتیاں سرخ دکھائی دیں گی۔

[2] ملاحظہ ہو "پودے اور اُن کی زندگی" ص ۲۶

مگر امام صاحب کا یہ فرمانا کہ یہ قوت پتیوں میں موجود ہے یقیناً بڑی قابل توجہ بات ہے۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قرون وسطیٰ میں مسلمان سائنس داں اپنی تحقیقات کے ذریعہ ایک خاص نظریہ یا نتیجہ تک پہنچ چکے تھے۔ اب یہ بالکل دوسری بات ہے کہ یہ نظریہ اپنی جگہ پر کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے۔! مگر اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ مسلمانوں کے دور حکومت میں خصوصاً شام، عراق اور اسپین وغیرہ میں نہ صرف یہ کہ علوم و فنون میں کافی ترقی ہوئی بلکہ مسلسل و لگاتار تحقیقات کی بدولت مسلمان سائنس دانوں نے بعض قطعی نظریات بھی قائم کیے۔

مسلمانوں کا کارنامہ | بہر حال شیخ سعدی نے انھیں تمام حقائق کو مختصر طور پر صرف ایک شعر میں بند کر دیا ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

سائنٹفک نقطۂ نظر سے "برگ درختاں" کے ساتھ "سبز" کا اضافہ بڑی محققانہ بات اور بصیرت افروزی کی دلیل ہے جو کلوروفل کی طرف واضح اشارہ ہے اور اگلے باب کے مباحث سے پتہ چلے گا کہ بعض مفسرین تک اگر کلوروفل اور اس کی اصلیت سے نہیں تو کم از کم اس کی کارکردگی اور صلاحیت سے ایک حد تک واقف ہو چکے تھے یا اس کی سن گن پا چکے تھے۔

حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دور میں بغیر کسی خوردبین اور جدید قسم کے آلات کی مدد کے کتنی دقت نظر اور باریک بینی کا ثبوت دیا ہے! پھر امام رازی نے نظام عصبی (Nervous System) کے متعلق جو تحقیقی بات فرمائی ہے وہ بھی بڑی ہی قابل داد اور آپ کی بالغ نظری کا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ پتیوں کی نسوں کو نظام عصبی سے تشبیہ دینا بھی آپ کی علمی بصیرت کا ایک اچھا نمونہ ہے۔ ظاہر ہے کہ امام صاحب کوئی سائنٹسٹ نہیں بلکہ ایک عالم دین تھے۔ لہذا تسلیم کرنا پڑتا ہے

کہ آپ کے بیان کردہ علمی و سائنسی حقائق اُس دور کے "علوم جدیدہ" ہی سے ماخوذ ہوں گے۔

کیا ان حقائق کے ملاحظہ کے بعد بھی اس بات کے کہنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دور میں یونانی علوم کا ترجمہ کر دینے اور محض الفیں تقلیداً نقل کر دینے کے سوا کچھ بھی نہیں کیا؟ جیسا کہ ایک متعصب مغربی فاضل نے معاندانہ طور پر ہانک لگا دی ہے کہ "مسلمان تو محض ارسطو کی گاڑی کے قلی ہیں" کیا امام رازی کا مذکورہ بالا بیان بھی یونانی علوم ہی کی خوشہ چینی ہے؟ یونانیوں کا سرمایہ آخر تھا ہی کیا سوائے چند تخیلات اور خیالات و مفروضات کے جن کا رویت اور تجربہ و مشاہدہ سے دور کا بھی کوئی تعلق نہ تھا! جہالت واقعی بہت بُری چیز ہے اور جہل مرکب کا تو کہنا ہی کیا!

سائنس اور اسلام | حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے قرونِ وسطیٰ میں سائنسی علوم مثلاً کیمیا، طبیعیات، بیالوجی، ارضیات، فلکیات، اور طب و ریاضی وغیرہ میں جو شاندار ترقیاں کیں اور تجربات و تحقیقات، غور و فکر، تلاش و جستجو اور تصنیف و تالیف کا جو بازار گرم کیا وہ قرآن ہی کی انقلابی دعوتِ فکر اور اُس کی انوکھی تعلیم کا نتیجہ تھا جیسا کہ پچھلے ابواب میں اس سلسلے کی بعض آیات پیش کی جا چکی ہیں۔

قرآن حکیم کی اس دعوتِ فکر سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے اپنے دور کے نصف النہار میں برق رفتار ترقیاں کیں اور اپنے کارناموں سے معاصر قوموں کو حیران و ششدر کر دیا۔ مسلمانوں کی اکثر تحقیقات و تصنیفات زمانہ کی دستبرد اور مرورِ ایام کے باعث محفوظ نہ رہ سکیں اور جو تباہی سے بچ گئیں ان کی صحیح قدر دانی نہ ہو سکی۔ ان بلند پایہ تحقیقات کا بعض حصّہ آج بھی دُنیا کے بیشتر کتب خانوں میں منتشر و پراگندہ طور پر موجود ہے جن کو کوئی منظرِ عام پر لانے والا نہیں ہے۔ پھر اہلِ یورپ کی غلط بیانیوں نے بھی مسلمانوں کے کارناموں پر پردہ ڈالنے میں بہت اہم اور نمایاں کردار ادا کیا ہے جس کے باعث دُنیا کو مسلمانوں کی تحقیقات

کی طرف توجہ کرنے کی چنداں ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ گویا کہ مغرب کی غلط بیانیوں نے "تھپکیوں" اور "لوریوں" کا فریضہ انجام دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے تاریخی اسباب ہیں جن کے باعث موجودہ دُنیا قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی علمی تحقیقات اوران کے شاندار کارناموں سے بے خبر رہ گئی۔

واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے بغداد اور قرطبہ (اسپین) وغیرہ میں علوم وفنون کا جو دیپ جلایا تھا اور تحقیقات وتجربات کی جو مشعل روشن کی تھی اُس کی روشنی مغرب کے ایوانوں تک پہنچ گئی جس کی تجلیوں سے مغرب کا "تاریک خطہ" بقعۂ نور بن گیا۔ اگر تاریخ سے مسلمانوں کی کدوکاوش اور اُن کے کارناموں کو نکال دیا جائے تو پھر تو وہ سائنس کی ترقیاں کئی صدیاں بلکہ ہزاروں سال پیچھے چلی جاتی ہیں۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جدید سائنس کی بنیاد قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی تحقیقات ہی پر مبنی ہے[1]۔ مسلمانوں نے اس سلسلے میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے انہی بنیادوں پر جدید سائنس کی عمارت تعمیر ہوئی ہے[2]۔ پھر یہ حقیقت بھی ناقابل فراموش ہے کہ مسلمانوں نے اس سلسلے میں جو کچھ بھی کیا وہ قرآن مجید کی حیرت انگیز دعوت فکر ونظر سے متاثر ہو کر ہی کیا۔ قرآن کریم دراصل سائنسی تحقیقات کے ذریعہ اپنے پیش کردہ عقائد وتعلیمات کی حقانیت ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اسی بنا پر وہ نظام کائنات میں غور وفکر کرنے کی پُرزور تاکید کرتا ہے اور مظاہر فطرت سے عبرت وبصیرت حاصل نہ کرنے والوں کو بہائم اور چوپاؤں سے تشبیہ دیتا ہے۔

قرآن اور نباتات | ذیل میں چند قرآنی آیات پیش کی جاتی ہیں جو علم نباتات (BOTANY)

---

[1] مسلمانوں کی بعض تصنیفات تو اٹھارویں صدی عیسوی تک یورپ کی تمام یونیورسٹیوں کے نصاب تعلیم میں داخل رہیں۔ مثلاً بو علی سینا کی فن طب کی یگانہ روزگار کتاب "القانون" وغیرہ
[2] اس سلسلے میں تفصیلی معلومات کے لئے میری کتاب "سائنس اور مسلمان" دیکھنی چاہیئے۔

سے متعلق ہیں۔ میرے اس مضمون کا تعلق بھی چونکہ نباتات ہی سے متعلق ہے اس لئے یہ پہلو بھی روشنی میں آجانا چاہیئے۔ ان آیات کے ملاحظہ سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ قرآن کسی علم و فن کو کس انداز میں پیش کرتا ہے، اس کے کن کن مسائل سے تعرض کرتا ہے اور کن حقائق و معارف کی طرف توجہ مبذول کرانا چاہتا ہے!

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ۔

پس انسان اپنی غذا پر غور کرے کہ (وہ کیسے مہیا ہوتی ہے) حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اوپر سے ڈھیروں پانی برسایا۔ پھر زمین کو پھاڑ ڈالا[1]۔ پھر ہم نے اس میں (ہر قسم کے) غلے، انگور، ترکاریاں، زیتون، کھجور، خوب گھنے باغات، طرح طرح کے میوے اور شاداب گھاس پیدا کر دی۔ تمہارے لئے بھی اور تمہارے مواشی کے لئے بھی (عبس: ۲۴-۳۲)

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ

یقیناً اللہ بیج اور گٹھلی کو پھاڑتا (اور ان میں سے انکھوے نکالتا) ہے۔ وہ بے جان چیز (مردہ عناصر) سے جاندار چیز (پودے وغیرہ) نکالتا ہے اور جاندار چیز سے بے جان چیز برآمد کرتا ہے۔ اللہ یہی ہے پس تم بہکے بہکے کدھر جا رہے ہو! (انعام: ۹۵)

---

[1] زمین کے اندر جب انکھوے پھوٹتے ہیں تو وہ اپنے اوپر لدی ہوئی مٹی ہٹا کر باہر نکل آتے ہیں گویا کہ وہ زمین کو پھاڑ کر برآمد ہوتے ہیں۔ ان کمزور اور نرم و نازک انکھوؤں کو خدا نے اتنی زبردست قوت عطا کی ہے کہ وہ اپنے سے کئی گنا وزنی مٹی ہٹانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ انکھوؤں کے اس فعل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہم نے زمین کو پھاڑ ڈالا"

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ :

اور (اللہ) وہی ہے جس نے بلندی سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ ہر قسم کے نباتات اگائے۔ پھر ان ہی نباتات سے ہم نے ایک سبز چیز نکالی۔ اسی سبز چیز سے (قسم ہا قسم کے غلّوں کی) تہہ بتہہ بالیاں نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے شگوفوں سے برآمدہ قریب قریب (لٹکے ہوئے) خوشے، انگور، زیتون اور انار کے باغات بھی اسی طرح نکالتے ہیں۔ یہ سب غلّے، میوے اور پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور باہم مختلف بھی۔ ان کے لگنے اور پکنے کے منظر کو بغور دیکھو (اور ان کا تفصیلی مشاہدہ کرو) یقیناً اس باب میں ایمان لانے والوں کے لئے کافی اسباق و دلائل موجود ہیں (انعام : ۹۹)

وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَوْزُونٍ۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ۔ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ

اور ہم نے زمین کو (اس کی پوری گولائی میں) پھیلایا اور اس میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دئے اور اس میں ہر قسم کی نپی تلی چیزیں اگا دیں۔ اور ہم نے تمھارے لئے اس میں روزی کے ذرائع مہیا کئے اور ان جانداروں کو بھی ذرائع معاش مہیا کئے جن کی تم (براہ راست) پرورش نہیں کر پاتے۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کے ہمارے پاس خزانے موجود نہ ہوں لیکن ہم ہر چیز کو ایک معین
(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مقدار کے تحت ہی اُتارتے ہیں (حجر: ۱۹-۲۱)

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۔ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۔ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۔ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ :

اور اُس نے خلقت کے لئے زمین کو بنایا جس میں قسم ہا قسم کے سر بمہر میوے اور کھجور اور بھوسی دار غلّہ اور روزی موجود ہے ۔ پس اے جنّو اور انسانو تم اپنے رب کے کن کن کرشموں کا اِنکار کروگے ؟ (رحمٰن : ۱۰ - ۱۳)

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۔ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۔ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۔ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ

اور ہم نے زمین کو (اُس کی پوری گولائی میں) پھیلایا اور اُس میں پہاڑوں کو نصب کر دیا۔ اور اُس میں رنگ برنگے خوشنا نر و مادہ[1] اُگا دئے ۔ اُس شخص کی سبق آوری اور انتباہ کے لئے جو خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہو ۔ اور ہم نے بادل سے ایک بابرکت پانی برسایا پھر اُس پانی کے ذریعہ ہم نے مختلف قسم کے باغات اور غلّوں سے بھری ہوئی کھیتیاں اُگا دیں ۔ اور بلند و بالا کھجور کے درخت بھی جن کے خوشے تہہ بہ تہہ ہوتے ہیں ۔ یہ سب خلق خدا کی رزق رسانی کے لئے ہے اور ہم نے اسی پانی کے ذریعہ مُردہ خطّہ زمین کو زندہ کر دیا (یہ نباتات جس طرح سال بہ سال اپنی موت اور حیات نو کا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [1] مثلاً وہ کرِم اور جانور حشرات اور بکٹیریا وغیرہ جو کارخانۂ قدرت میں غذا کی تیاری میں معین و مددگار ہوتے ہیں مثلاً مختلف پودوں میں پھولوں کی بار آوری قسم ہا قسم کے حشرات ہی کی بدولت

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [1] حیوانات کی طرح نباتات میں بھی نر و مادہ ہوتے ہیں اور ان میں بھی قانون ازدواج جاری ہے ۔ جس کے مظاہر حد درجہ منظم اور دلچسپ ہیں ۔ نباتات کا یہ عمل پھولوں میں پایا جاتا ہے ۔ اور کسی بھی درخت میں سب سے زیادہ خوشنما و خوش منظر چیز اُس کے رنگ برنگے پھول ہی ہوتے ہیں لہٰذا یہاں پر " زوج بہیج " کا فقرہ بڑا حقیقت افروز ہے ۔

مظاہرہ کرتے رہتے ہیں) اسی طرح (انسانوں کا بھی مرنے کے بعد دوبارہ خروج ہوگا (ق: ۷-۱۱)

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اُس میں پہاڑ اور نہریں بنادیں۔ اور ہر قسم کے میووں میں ایک ایک جوڑا (نر و مادہ) بنادیا وہ رات کو دن پر ڈھانپ دیتا ہے۔ یقیناً اس میں غور کرنے والوں کے لئے نشانات و دلائل موجود ہیں۔

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ -

اور زمین میں مختلف قسم کے قریب قریب خطے ہیں[۱] اور انگوروں کے باغات، کھیتیاں اور شاخ در شاخ کھجوروں کے درخت ہیں جو سب کے سب ایک ہی پانی سے سیراب کئے جاتے ہیں[۲] اور ہم ان میں سے بعض کو بعض پر لذت و ذائقہ میں فضیلت دیتے ہیں یقیناً اس باب میں سمجھنے والوں کے لئے توحید و ربوبیت کے کافی اسباق و دلائل موجود ہیں۔

وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ

(ان ربانی کرشموں کے مطالعہ و مشاہدہ کے بعد) اگر تم کو تعجب کرنا ہی ہو تو اُن لوگوں کے قول پر تعجب کرو جو کہتے ہیں کہ کیا ہم مر کر

---

[۱] مثلاً کوئی خطہ نرم ہے تو کوئی سخت، کوئی سیاہ ہے تو کوئی سرخ، کوئی کوہستانی ہے تو کوئی میدانی، کوئی سنگلاخ ہے تو کوئی ریگستانی، کہیں جنگل ہے تو کہیں دلدل، کہیں زمین ہموار ہے تو کہیں ڈھلوان، کہیں وادیاں ہیں تو کہیں سطح مرتفع وغیرہ وغیرہ۔

[۲] مگر اس کے باوجود ان کے رنگ، ذائقے، بو اور خواص مختلف ہوتے ہیں جو ربوبیت کا ایک تحیر خیز مظہر ہے

وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

مٹی ہو چکنے کے بعد پھر دوبارہ نئے سرے سے پیدا کئے جائیں گے؟ تو یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب (کی ربوبیت) کا انکار کیا اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے گلوں میں (قیامت کے دن) طوق ڈالا جائے گا اور یہی وہ لوگ ہیں جو دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے (رعد: ۳-۵)

وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ لِيَأْكُلُوا مِن ثَمَرِهِ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ أَفَلَا يَشْكُرُونَ سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ:

اور مُردہ زمین اُن کے لئے ایک نشانی ہے جس کو ہم نے زندہ کر دیا اور اس سے ہر قسم کے غلّے نکال دیئے، انہی میں سے وہ کھاتے ہیں۔ اور ہم نے زمین میں کھجور اور انگور کے باغات بنا دئے اور اُن میں چشمے بہا دیئے تاکہ وہ اُن میووں کو کھائیں جن کو ان کے ہاتھوں نے تیار نہیں کیا ہے (بلکہ وہ کسی اور کی کاریگری کا شاہکار ہیں) تو کیا یہ لوگ (اپنے رب کے) شکرگذار نہیں بنیں گے؟ پاک ہے وہ جس نے تمام جوڑے بنائے، زمین سے اُگنے والی چیزوں میں بھی، خود اُن کی ہستیوں میں بھی اور اُن چیزوں میں بھی جن سے یہ لوگ ناواقف ہیں۔ (یٰس: ۳۳-۳۶)

وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ۔ هَٰذَا خَلْقُ

اور ہم نے اوپر سے پانی برسایا پھر زمین میں قسم ہا قسم کے شریف و معزز نر و مادہ[1] اُگا دیئے۔

---

[1] نباتات کا قانونِ ازدواج نہایت درجہ شریفانہ، حیران کن اور سبق آموز ہے۔ مختلف قسم کے پودوں میں مختلف قوانین پائے جاتے ہیں۔ مگر زیادہ تر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی جنس کے پودے میں نر پھول الگ ہوتا ہے اور مادہ پھول الگ۔ پھول کے اندر سفوف کی شکل کے ننھے ننھے دانے ہوتے ہیں جن کو اصطلاح میں زیرہ یا زرِ گل (POLLEN GRAINS) کہتے ہیں۔ نر پھول کا زرِ گل جب مادہ پھول تک پہنچتا ہے تو وہ بار آور ہو کر پھل کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ نر پھول کا زرِ گل مادہ پھول (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اللّٰهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ بَلِ الظّٰلِمُونَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ:

یا اللہ کی تخلیق ہے اب تم مجھے ذرا بتاؤ تو سہی کہ غیر اللہ نے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں؟ یہ ظالم لوگ دراصل کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں (لقمٰن: ۱۰-۱۱)

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا ءَإِلٰهٌ مَعَ اللّٰهِ:

وہ کون ہے جس نے زمین و آسمانوں کو پیدا کیا اور اوپر سے پانی برسایا؟ پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ خوش منظر چمن زار بنا دیئے۔ تم میں تو اتنی تاب ہی نہیں کہ ان درختوں کو اگا سکو! تو کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود ہو بھی سکتا ہے؟ (نمل: ۶۰)

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ

اے مخاطب کیا تو نے مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ نے بلندی سے پانی برسایا پھر اس کو زمین کے اندر چشموں اور نہروں کی شکل میں رواں کر دیا، پھر وہی اس پانی سے رنگ برنگی کھیتیاں نکالتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تک مختلف طریقوں سے پہنچا رہتا ہے مثلاً ہوا کے ذریعہ یا شہد کی مکھیوں کے ذریعہ یا مختلف قسم کے حشرات کے ذریعہ۔ جو پھولوں کی مٹھاس اور اُن کا رس چوسنے کی خاطر ایک پھول سے دوسرے پھول تک جاتے رہتے ہیں۔ اس طرح وہ نہ صرف اپنا پیٹ بھرتے ہیں بلکہ نباتا باراوری کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں ـــــ مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ ہر نوع کا پھول صرف اپنی ہم جنس پودے کا زرِ گل قبول کرتا ہے دوسری جنس سے بار آور نہیں ہوتا۔ مثلاً گلاب صرف گلاب ہی سے بار آور ہو سکتا ہے اناریا سنترہ کے زرِ گل سے نہیں۔ پپیتا صرف پپیتے ہی سے بار آور ہو سکتا ہے روئی یا گلاب سے نہیں۔ یہی حال دیگر تمام پیڑ پودوں کا بھی ہے۔

یہ ہے پودوں کی سیرت کا وہ شریفانہ اور حیرت ناک پہلو جس کو قرآن کریم "زوج کریم" کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہوئے نباتات کو ایک معزز خطاب سے نوازتا ہے۔ نباتات کے اس عالم میں نوعِ انسانی کے لئے کون سے اسباق و بصائر موجود ہیں؟ اس کے لئے میری کتاب "نباتات سے انسانیت تک" دیکھنی چاہئے۔

فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ہے، پھر وہ تجھ کو زرد دکھائی پڑتی ہیں جب کہ وہ خشک ہو جاتی ہیں، پھر وہ اُس کو چورا چورا کر دیتا ہے۔ یقیناً اس باب میں دانشمندوں کے لئے (حیاتِ ثانی کے اثبات میں) ایک بہت بڑی تنبیہ موجود ہے۔[1] (زمر: ۲۱)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ۔ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا:

اے مخاطب کیا تو نے مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ نے بلندی سے بارش کو برسایا پھر ہم نے اُس پانی کے ذریعہ رنگ برنگے میوے نکال دیئے؟ (اسی طرح) پہاڑ بھی بعض سفید دھاریوں والے، بعض سرخ اور بعض گہرے سیاہ بنا دیئے۔ (اسی طرح) انسانوں، جانوروں اور چوپاؤں کو بھی مختلف رنگ وروپ عطا کر دیئے۔ صرف علم والے ہی اللہ سے ڈر سکتے ہیں (جو ان مظاہرِ قدرت کے) تفصیلی مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے (فاطر: ۲۷-۲۸)

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى۔ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى۔ وَالَّذِيْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى۔ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى:

پاکی بیان کرا پنے اُس ربِ برتر کی جس نے (تمام مخلوقات کو) پیدا کیا پھر اُن کو ٹھیک ٹھاک کیا۔ اور وہ جس نے (ان میں سے ہر ایک کا ایک نوعی) ضابطہ مقرر کیا اور (ہر ایک کو اُس کے مطابق چلنے کی) توفیق دی۔ اور وہ جس نے سبزہ زاروں کو نکالا پھر اُنھیں خشک و سیاہ کر دیا (اعلیٰ: ۱-۵)

نباتات کے چند مظاہر اور نباتات سے متعلق صرف چند آیات پیش کی گئی ہیں تمام آیات

[1] اگلے صفحات میں اس موضوع پر بھی تفصیلی بحث آرہی ہے۔

کا استقصاء نہیں کیا گیا ہے۔ بہر حال ان آیات میں انسان کو نباتات کے مختلف مظاہر مثلاً اُن کا خشک بیجوں اور گٹھلیوں سے برآمد ہونا، انکھوے پھوٹنا، برگ و بار کا ظہور پذیر ہونا، بتدریج نشو و نما پانا، رنگ برنگی کلیوں اور شگوفوں کا ظاہر ہونا، خوشنما و خوش منظر اور لذیذ و فرحت بخش پھولوں اور پھلوں کا نمودار ہونا اور ان تمام کی شکل و صورت، چہرہ مہرہ، چال ڈھال، رنگ و روپ اور خواص و طبائع کا مختلف اور ایک دوسرے کی سیرتوں سے مغائر ہونا غرضیکہ وہ کس طرح ایک چھوٹے سے بیج سے برآمد ہو کر اور مختلف طبعی حالات و تغیرات سے گذر کر ایک پودے یا تناور درخت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، پھر ایک وقت معین تک پھلنے پھولنے اور اُگنے بڑھنے کے بعد اپنی عمر طبعی پوری کر کے منتشر و پراگندہ ہو جاتے اور کوڑا کرکٹ بن جاتے ہیں، ان تمام مظاہر کا تفصیلی معائنہ و مشاہدہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور نباتات کی سیرتوں کے چند مخصوص پہلوؤں پر خصوصی توجہ مبذول کرائی گئی ہے: مثلاً:-

زَوْجٍ بَهِيجٍ : خوشنما اور خوش رنگ اقسام یا جوڑے۔

زَوْجٍ كَرِيمٍ : عمدہ قسمیں، شریف و معزز جوڑے۔

شَيْءٍ مَّوْزُونٍ : معین مقدار، نپی تلی چیز، وزن کی ہوئی چیز۔

ذَاتُ الْأَكْمَامِ : غلاف والے (پھل)۔

ذُو الْعَصْفِ : بھوسی دار (اناج)

حَبًّا مُّتَرَاكِبًا : تہہ بہ تہہ دانے۔

طَلْعٌ نَّضِيدٌ : گوندھے ہوئے شگوفے۔

قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ : قریب قریب لگے ہوئے خوشے۔

صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ : شاخوں دار اور بے شاخوں والا (درخت)

مَّعْرُوشَاتٍ : ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی (بیلیں)

مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ : ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی اور مختلف بھی۔

مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ : رنگ برنگے۔

نَبَاتٍ شَتّٰی : قسم ہا قسم کے نباتات۔

زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ : دو مخالف جنس کے افراد۔

جَنّٰتٍ أَلْفَافًا : گنجان باغات۔

حَدَائِقَ غُلْبًا : گھنے باغات۔

حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ : رونق افروز باغات۔

اگر دُنیا بھر میں پائے جانے والے پیڑ پودوں کے ان تمام مظاہر اور اُن کی مخصوص شکل و صورت، رنگ و روپ، عادات و اطوار اور ان کے خواص و طبائع کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو کئی دفتر تیار ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں فنی حیثیت سے علم نباتات (BOTANY) کا مطالعہ بہت مفید رہے گا جس میں قسم ہا قسم کے نباتات کی درجہ بندی اور ان کے مخصوص عادات و اطوار کا مطالعہ فن وار کیا جاتا ہے۔ (باقی)

احکام شرعیہ میں حالات وزمانہ کی رعایت

مؤلفہ مولانا محمد تقی صاحب امینی رفیق ندوۃ المصنفین و ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے مؤلف نے اس کتاب میں حالات و زمانہ کی رعایت سے احکام شرعیہ میں ناگزیر تبدیلی پر مفصل بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ شرعی احکام میں وقت اور حالات کی رعایت خلافتِ راشدہ کے ہر دور میں کی گئی ہے۔

قرآن و حدیث اور خلفائے راشدین کے احکام و فرامین سے استدلال کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اسلام کے دور اوّل میں جب جب ضرورت ہوتی ہے شرعی احکام میں حالات و زمانہ کی رعایت کی جاتی رہی ہے ـــــــ کتاب کا انداز محققانہ ہے عنوانات کی تعبیر میں جدید ذہنوں کو سامنے رکھا گیا ہے اصحاب ذوق اور اہل علم کے لئے لائق مطالعہ کتاب۔

بڑی تقطیع ۲۰×۲۶ سائز، صفحات ۳۲۸ قیمت بلا جلد آٹھ روپے مجلد نو روپے